سب سے بڑے
انسان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
مرتبہ
حکیم محمد سعید
آوازِ اخلاق

مُرتبہ

حکیم محمد سعید

قیمت : ۳ رُپے | تیسرا اڈیشن : ۱۹۸۷ء
تعداد : ۷۵۰۰۰ | طالبِ علم اڈیشن

ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، کراچی

بہترین نمونہ

اللہ تعالیٰ کے آخری نبی، دونوں عالم کے سردار، تمام انسانوں کے لیے رحمت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی پاکیزہ زندگی ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے۔ اعلا اور پاک زندگی کا اس سے اچھا نمونہ آج تک دُنیا نے نہیں دیکھا اور نہ دیکھے گی۔ اس لیے ہماری بھلائی اسی میں ہے کہ ہم آپؐ کی زندگی کا خوب اور بار بار مطالعہ کریں۔ آپؐ کی سیرت خود پڑھیں، دوسروں کو پڑھوائیں، آپؐ کے ارشادات و اقوال کو سمجھیں اور اُن پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

پیارے نبیؐ کا ارشاد ہے:

"میری طرف سے پہنچانے کا کام جاری رکھو، چاہے ایک ہی آیت ہو"

بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ آیَۃً

آپؐ کے اس حکم کا مقصد یہ ہے کہ بھلائی پھیلے، اسلام کی اشاعت ہو، حق کا پیغام زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچے۔ تبلیغ بھی اسی کو کہتے ہیں۔ حضور انورؐ کی سیرت، آپؐ کے اخلاق اور آپؐ کی باتوں کو پھیلانا بھی تبلیغ ہے، اور یہ ہر مسلمان کا فرض ہے۔ خاص کر آج کے زمانے میں ہمارا فرض ہے کہ ہم اُس زندگی کا زیادہ سے زیادہ مطالعہ کریں جس کو نمونہ بنانے سے دُنیا کو امن اور چین میسّر آسکتا ہے، لڑائی اور فساد ختم ہوسکتا ہے اور خوشی اور خوش حالی کا دَور دورہ ہوسکتا ہے۔ مَیں نے اسی جذبے سے پیارے نبیؐ کی پیاری سیرت کے کچھ واقعات اور آپؐ کے اعلا اخلاق کے کچھ نمونے جمع کیے ہیں۔ یہ تو ناممکن ہے کہ حضورؐ کی سیرت و کردار کا ایسا نقشہ کھینچا جاسکے جو مکمّل اور جامع ہو اور آپؐ کے کاموں اور اقوال میں جو حکمت پوشیدہ ہے اُس کو پُوری طرح سمجھا جا سکے۔ لیکن ایک مسلمان کی حیثیت سے ہماری کوشش ہونی چاہیے کہ ہم جتنا بھی ممکن ہو سیرتِ پاک کو پڑھیں اور سمجھیں۔ مَیں نے کتاب کی زبان آسان اور سادہ رکھنے کی کوشش کی ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ پیارے بچّے اس کتاب کو دلچسپی سے پڑھیں گے۔

نومبر ۱۹۸۶ء

حکیم محمد سعید

پیارے نبیؐ کی پاک زندگی

ہمارے پیارے وطن پاکستان سے مغرب کی طرف ایک مُلک ہے جس کا نام عرب ہے۔ یہاں ہر طرف ریت ہی ریت ہے۔ گرمی زیادہ پڑتی ہے۔ بارش کم ہوتی ہے۔ یہاں کے لوگ بہادر ضرور تھے مگر بڑے ظالم و جاہل تھے۔ معمولی سی بات پر برسوں تک آپس میں جنگیں کرتے، جس سے گھر کے گھر ویران ہو جاتے۔ عورتوں پر ظلم کرتے معصوم لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ محتاجوں اور یتیموں کا مال چھینتے۔ مسافروں اور راہ گیروں کو لوٹتے۔ اللہ کے بجائے اللہ کے بندوں کی پوجا کرتے اور انسانوں کو معبود سمجھتے۔ جب ظلم حد سے بڑھ گیا اور دُنیا میں امن باقی نہیں رہا، اللہ تعالیٰ سے بغاوت نے فتنہ و فساد کی آگ پوری دُنیا میں بھڑکا دی تو خالقِ کائنات نے عرب کی بستی "مکہ" میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا۔ آپؐ کو ساری دُنیا کے لیے آخری نبی بنایا اور ایک ایسی کتاب آپؐ پر نازل فرمائی، جس میں رہتی دُنیا تک کے لیے زندگی کا مکمل ضابطہ اور پوری ہدایات موجود ہیں۔

آپؐ نے اپنی تعلیم سے اور اپنے عمل سے اللہ کی بندگی، عدل، انصاف، امن، انسانیت، شرافت، سچائی اور اچھائی کی روشنی پھیلائی۔ یہ روشنی آج بھی ساری دُنیا میں موجود ہے۔ اس سے فائدہ اُٹھانے والا خود اپنی زندگی کو بھی سنوار سکتا ہے اور دوسروں کی بھی۔ آپؐ کی تعلیم نے پُوری دُنیا کی کایا پلٹ دی۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی پُوری زندگی کو ہم لوگوں کے لیے نمونہ بنایا ہے، اس لیے ہمیں آپ کے بارے میں سب کچھ جاننے کی اور آپؐ کو پہچاننے کی پوری پوری کوشش کرنی چاہیے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے ایک بڑے مشہور شہر مکے میں پیدا ہوئے۔ آپ کا قبیلہ قریش عربوں میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ آپ کے والد کا نام حضرت عبداللہ اور والدہ کا نام حضرت آمنہ تھا۔ آپؐ کی پیدائش سے پہلے ہی آپؐ کے والد حضرت عبداللہ کا انتقال ہو گیا اور جب آپ چھے سال کے تھے تو آپؐ کی والدہ حضرت آمنہ بھی دُنیا سے رُخصت ہو گئیں اور آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے پرورش کی۔ ان کے انتقال کے بعد آپؐ کے چچا حضرت ابو طالب نے آپ کی پرورش اور دیکھ بھال کی ذمے داری لی۔

آپ کا بچپن بڑا اچھا تھا۔ آپؐ ہمیشہ سچ بولتے۔ بڑوں کی عزت کرتے۔ صاف سُتھرے رہتے۔ پیاری پیاری اور میٹھی میٹھی باتیں کرتے۔ اُس زمانے میں بُری باتیں پھیلی ہوئی تھیں، مثلاً شراب پینا، جُوا کھیلنا، لوگوں پر ظلم کرنا، کم زوروں کو ظلم کا نشانہ بنانا ان سے آپ کا دامن بالکل پاک تھا۔ آپؐ اپنی سچائی، دیانت داری، امانت داری، غریبوں اور یتیموں کی غم خواری اور اپنے بلند اخلاق کی وجہ سے تمام مکے والوں میں شروع ہی سے ممتاز رہے۔ اسی وجہ سے لوگوں نے آپؐ کو صادق اور امین کا لقب دے رکھا تھا۔

جب آپ کی عمر چالیس برس کی ہوئی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر پہلی وحی نازل ہوئی۔ آپؐ نے اپنی

رسالت و نبوّت کا اعلان فرمایا اور لوگوں کو صرف اللہ کی بندگی اور عبادت کا حکم دیا۔ آپؐ پر جو کتاب نازل ہوئی اس کا نام قرآن مجید ہے۔ قرآن کسی خاص مُلک اور کسی خاص قوم کے لیے نہیں بلکہ ساری دُنیا کے لیے ہدایت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو حکم دیا کہ آپؐ لوگوں کو اچھی باتوں کی تعلیم دیں اور بُری باتوں سے روکیں اور لوگوں کو بتائیں کہ سچّا راستا یہ ہے کہ لوگ صرف اور صرف اللہ کی بندگی کریں، بتوں کی پوجا نہ کریں، غریبوں اور مسکینوں پر رحم کریں، ماں باپ سے اچھا سلوک کریں، بڑوں کی عزت کریں اور کسی کا مذاق نہ اُڑائیں، کسی کو بُرے نام سے نہ پکاریں، پیٹھ پیچھے کسی کی بُرائی نہ کریں، اپنے اعلا خاندان پر غرور نہ کریں، کسی کی ناجائز طرف داری نہ کریں۔ سارے ایمان دار آپس میں بھائی بھائی بن کر رہیں، نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں، رمضان کے روزے رکھیں اور حج کریں۔ آپؐ نے بتایا کہ روئے زمین کے سارے انسان برابر ہیں۔ آدمی کی اچھائی کا معیار آپؐ نے یہ بتایا کہ اس کا عمل اچھا ہو اور وہ اللہ سے ڈرنے والا ہو۔ آپؐ پر جو کتاب نازل ہوئی اس میں صاف صاف بتایا گیا کہ جو زیادہ نیک ہے اور اللہ سے ڈرنے والا ہے۔ وہی اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا ہے۔

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس مُلک میں یہ سب کچھ بتا رہے تھے وہاں کے لوگ اس بات کو کب گوارا کر سکتے تھے کہ سب انسان ایک صف میں کھڑے ہو جائیں اور سچائی اور انصاف پھیل جائے۔ چناں چہ اس سچّی آواز کو سُننے کے بعد مکّے والے آپؐ کے خلاف ہو گئے۔ انھوں نے بتوں کی پوجا چھوڑنے اور اچھے اخلاق اپنانے سے اِنکار کر دیا۔ وہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت دُشمن بن گئے اور آپؐ پر طرح طرح کے ظلم کرنے لگے۔ وہ آپ کو پتھر مارتے، راستے میں کانٹے بچھاتے اور جو لوگ آپ کی دعوت کو قبول کر کے مسلمان ہو چکے تھے اُن کو بھی سخت تکلیف پہنچاتے۔ انھوں نے آپؐ اور آپ کے ساتھیوں پر جو ظلم کیے تاریخ میں ان کی مثال نہیں ملتی اور جس طرح سچائی اور ایمان کی دعوت قبول کرنے والے راہِ حق پر جمے رہے دُنیا میں اس کی بھی مثال نہیں ملتی۔

اہلِ مکّہ کے ظلم و ستم سے جب مسلمان تنگ آ گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مُسلمانوں کو مکّے سے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ کچھ مُسلمان ہجرت کر کے حبشہ پہنچ گئے۔ وہاں کے نیک اور رحم دِل عیسائی بادشاہ نے مسلمانوں کو پناہ دی، مگر مکّے والوں کو یہ بھی گوارا نہ تھا کہ وہاں مسلمان سکون سے رہیں چناں چہ کافروں کا ایک وفد حبشہ پہنچا اور وہاں کے بادشاہ سے کہا کہ یہ مُسلمان ہمارے ملک سے بھاگ کر آئے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے بارے میں یہ جو کچھ کہتے ہیں اسے آپ برداشت نہیں کر سکیں گے۔ مسلمانوں کی طرف سے حضرت جعفر طیارؓ نے کھڑے ہو کر بتایا کہ اسلام کیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کیا ہیں۔ آپ نے بتایا کہ ہم لوگ پہلے کیا تھے اور کیسی کیسی اخلاقی بُرائیوں میں مُبتلا تھے اور اب حضورؐ کی بدولت کیا سے کیا ہو گئے۔ حضرت جعفر طیارؓ نے بادشاہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے بارے میں مُسلمانوں کا عقیدہ بڑی وضاحت سے بتایا اور قرآنی آیات پڑھیں۔ بادشاہ پر آپ کی باتوں کا بڑا اثر ہوا اور اس نے بے ساختہ تصدیق کی کہ قرآن اللہ کی کتاب ہے اور مُسلمانوں کو اپنے مُلک میں رہنے کی اجازت دے دی۔

یہ مسلمانوں کا پہلا گروہ تھا جو مکّے سے ہجرت کرکے افریقہ گیا اور ان کی وجہ سے افریقہ میں اسلام کی اشاعت ہوئی۔ جب مکّے والوں نے دیکھ لیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت روز بروز پھیلتی جارہی ہے اور مسلمانوں کی تعداد بڑھتی جارہی ہے۔ ان کی قوت و شوکت میں اضافہ ہوتا جارہا ہے تو اہل مکّہ کے کافر سرداراپنی پوری قوت سے اسلام کو مٹانے کی ناکام کوشش میں لگ گئے۔ ابو جہل نامی ایک کافر سرداراس کام میں سب سے آگے تھا۔ اس کے شب و روز اسی سوچ بچار میں گزرتے۔ بعد میں وہ ایک جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ کچھ یہی حال دوسرے کافروں کا تھا۔

ظلم میں ناکامی کے بعد اہلِ مکّہ نے حضورؐ کو یہ پیش کش بھی کی کہ اگر آپ ہمارے بتوں کو برا کہنا چھوڑ دیں تو ہم آپ کو اپنا سردار بنالیں گے اور آپؐ کو دولت سے مالا مال کردیں گے۔ آپؐ نے فرمایا، اللہ کی قسم اگر تم میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے پر چاند بھی رکھ دو تب بھی میں اسلام کو پھیلانے سے باز نہیں آؤں گا۔ اس جواب سے اہلِ مکّہ بالکل ناامید ہوگئے۔ اب انھوں نے مسلمانوں کو پہلے سے زیادہ تکلیفیں دینا شروع کردیں۔ مسلمان بڑی ہمت سے ان تکلیفوں کو برداشت کرتے رہے اور اسلام کی تبلیغ کرتے رہے، لیکن جب مکّے والوں کے ظلم و ستم کی انتہا ہوگئی تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور اسی کی راہ میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے وطن کو چھوڑ دیا اور عام مسلمانوں کو بھی ہجرت کا حکم دیا۔ یہ ہجرت آپ کے نبی ہونے کے تیرہ سال کے بعد ہوئی، اور اسلام کی تاریخ میں بڑی اہم ثابت ہوئی۔

مکّہ جس علاقے میں واقع ہے اُسے حجاز کہتے ہیں۔ حجاز کا ایک دوسرا شہر مدینہ ہے، جو مکّے سے کئی سو میل دُور ہے۔ مدینے کے کچھ لوگ حج کرنے مکّے میں آئے تو ان کی ملاقات حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ہوئی۔ آپؐ نے اُن کو اسلام کی دعوت دی۔ وہ لوگ سچے مسلمان بن گئے اور آپؐ کے اخلاق کے گرویدہ ہوگئے۔ مکّے میں مسلمانوں پر ظلم و ستم ہورہا تھا اُسے دیکھ کر وہ اللہ کے رسول سے بار بار مدینہ تشریف لانے اور وہیں قیام کرنے کی درخواست کرنے لگے۔ انھوں نے مسلمانوں کی مدد کرنے کا بھی وعدہ کیا۔ آپؐ کو اللہ کے حکم کا انتظار تھا جب حکم آگیا تو آپؐ نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں گھر بار قربان کرنے کی عملی مثال قائم کی۔ آپؐ کے حکم سے صحابہ یعنی آپ کے ساتھیوں نے بھی وطن چھوڑا اور ہجرت کرکے مدینے پہنچ گئے۔

مدینے کے مسلمانوں نے اپنے مکّے کے مسلمان بھائیوں کی پوری پوری مدد کی اور اسلام کی نصرت و حمایت اس طرح کی کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں انصار کہا، اور ان کو بڑا درجہ عطا فرمایا۔ جو مسلمان اپنا وطن اور گھر بار چھوڑ کر مدینہ گئے تھے وہ مہاجر کہلائے۔ حضرت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے انصار اور مہاجرین کے درمیان رشتۂ اخوت قائم کیا وہ اس طرح کہ ایک مہاجر کو ایک انصار کا بھائی بنادیا۔ ان کا یہ رشتہ سگے بھائیوں سے زیادہ مضبوط ہوگیا۔ اس طرح اسلام نے رنگ، نسل، زبان اور وطن کے سارے بُت توڑ دیے اور مسلمانوں کو وحدت کی لڑی میں پرودیا۔

اب مدینہ منورہ اسلام کا سب سے بڑا مرکز قرار پایا اور یہیں سب سے پہلے اسلامی ریاست قائم ہوئی۔ یہیں سے اللہ کے آخری رسولؐ نے پوری دُنیا کو اسلام کی دعوت دی۔ مدینے کی اسلامی ریاست اپنے امن، انتظام اور لوگوں کی اخلاقی خوبیوں کے لحاظ سے بے مثال ریاست بن گئی۔ یہاں تمام فیصلے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مُطابق ہوتے۔ زندگی کے ہر شعبے میں قرآنی تعلیمات کی پیروی کی جاتی اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کی جاتی۔ اس طرح ایک ایسا ماحول پیدا ہوگیا جسے ہم انصاف، حق اور سچائی کا ماحول کہہ سکتے ہیں۔ کسی پر کسی کی خُدائی نہیں تھی۔ سب ایک اللہ کے ماننے والے اور اپنے نبی کی پیروی کرنے والے بن گئے۔ لوگ دُور دُور سے مدینے آتے اور وہاں کے حالات اور اچھائیاں دیکھ کر اسلام قبول کرتے اور پھر اپنے وطن میں جاکر اسلام کی تبلیغ کرتے۔ اس طرح مُسلمانوں کی تعداد بڑھتی جاتی۔ مکّے والوں کو مسلمانوں کی ترقّی اور کثرت ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی۔ وہ ہر وقت اسلام کے چراغ کو بُجھانے کی ناپاک سازش میں لگے رہتے۔ وہ آئے دِن مسلمانوں سے جنگ کرتے اور مدینہ منوّرہ پر حملے کیا کرتے تاکہ مُسلمانوں کی یہ حکومت تباہ ہو جائے اور حق و انصاف کی یہ آواز دب جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کافروں نے پُوری طرح زور لگایا اور مسلمانوں سے ایک نہیں کئی کئی جنگیں کیں لیکن فتح مسلمانوں کی قسمت میں لکھی جا چکی تھی، اس لیے کہ اللہ اور اس کے رسول پر ان کا ایمان پختہ تھا۔ وہ صبر، ایثار، جان اور مال کی قربانیوں کی مکمّل تربیت حاصل کرچکے تھے۔ ان کے نزدیک دُنیا اور اس کی دولت کی کوئی قدر و قیمت نہیں تھی۔ وہ صرف اللہ کی رضا اور آخرت میں نجات چاہتے تھے اسی جذبے نے ان کی ہمت کو بلند کر دیا تھا۔ اپنے خلوص کی وجہ سے اُن کو فتح حاصل ہوئی۔

پیارے نبیؐ کے اخلاق

اَب ہم دُنیا کے سب سے اچھّے انسان اور اللہ کے پیارے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ذاتی زندگی کے کچھ واقعات بیان کرتے ہیں، جن سے آپؐ کی سیرت، اخلاق اور عادات کا اندازہ ہو سکے گا۔

آپؐ نے ہمیشہ سادگی کو پسند فرمایا۔ کھانے پینے اور لباس میں آپؐ کو ذرّہ برابر تکلف نہ تھا۔ آپؐ کرُتا، جُبّہ، تہمد اور پگڑی استعمال فرماتے اور یہ کپڑے سوت کے ہوتے تھے۔ معمولی چمڑے کا جوتا پہنتے تھے۔ رات کو آرام کے لیے ایک موٹا سا بستر تھا۔ ایک بار آپ کی بیوی مسلمانوں کی ماں نے اس بستر کی چار تہیں کر دیں مگر آپ نے اسے پسند نہیں فرمایا۔ آپ اپنے کپڑے خود ہی سی لیتے۔ اپنی جوتیوں کو خود گانٹھ لیتے۔ مسجد کی صفائی کر دیتے۔ مسجد نبوی کی تعمیر میں دوسرے مسلمانوں کے ساتھ پتھر اور گارا اُٹھا اُٹھا کر لاتے۔ سفر میں دوسرے لوگوں کے کام میں ہاتھ بٹاتے۔ اپنے غلاموں سے زیادہ کام نہ لیتے، بلکہ بعض اوقات ان کا کام بھی خود ہی کر دیتے۔

ہمیشہ سادہ غذا تناول فرماتے۔ زیادہ تر جَو کی روٹی کھاتے اور وہ بھی کبھی پیٹ بھر کر نہ کھائی۔ دوسروں کو کھلاتے اور خود بھوکے رہتے۔ آپؐ کے دُنیا سے چلے جانے کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب کھانا کھاتیں تو آنکھوں میں آنسو آجاتے اور پوچھنے پر فرماتیں کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی زندگی میں کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ آپ گھوڑے اور اونٹ کے شہسوار تھے، مگر خچر اور گدھے پر بھی سواری فرماتے تھے۔ جنگِ خیبر کے روز آپ خچر پر سوار تھے۔ آپؐ کی زندگی میں بڑی سادگی تھی۔ دوسروں کو بھی اس کی نصیحت فرماتے۔ ایک بار حضرت فاطمہؓ نے آپؐ سے عرض کیا کہ گھر کے کام کاج کی وجہ سے ہاتھوں میں چھالے پڑ جاتے ہیں، آپ کوئی کنیز یا خادم عنایت فرما دیں جو یہ کام کر لیا کرے۔ آپؐ نے فرمایا، پہلے غریب اور محتاج مسلمانوں کی ضروریات پوری ہو جائیں تو پھر تمھارا کام بھی کر دیا جائے گا۔ آپؐ کی سادگی اس لیے نہ تھی کہ آپؐ کے پاس کچھ تھا نہیں، ہر چیز موجود ہوتی لیکن آپ اُسے لوگوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔

رحمت و شفقت

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سراپا رحمت تھے۔ اپنی بیویوں اور خادموں سے خوش اخلاقی سے پیش آتے۔ آپؐ فرماتے اچھا آدمی تو وہی ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے اچھا ہو۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں دس برس آپؐ کی خدمت میں رہا۔ اس مدّت میں کبھی آپؐ نے مجھے جھڑ کا تک نہیں۔ آپ بڑی نرم گفتگو فرماتے۔ کسی کو بُرا نہ کہتے اور نہ کسی کے لیے بددُعا کرتے۔ آپؐ کی طبیعت میں کسی قسم کی سختی نہ تھی۔ بُرائی کا بدلہ بُرائی سے نہ دیتے، بلکہ درگزر

فرماتے۔ آپؐ بچّوں سے پیار کرتے اور انہیں گود میں لیتے۔ ایک بار ایک یہودی نے آپؐ کو بچّوں سے پیار کرتے دیکھا تو کہا، آپ کا یہ عمل ہمیں پسند نہیں۔ آپؐ نے فرمایا، اگر تم اللہ اور رسولؐ پر ایمان لاتے تو بچّوں کو اپنے لیے راحت اور رحمت سمجھتے۔

خوش مزاجی

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم بڑے خوش مزاج تھے۔ ملاقاتیوں سے مسکراتے ہوئے ملتے۔ خادموں سے بھی کبھی کبھی پُر مذاق گفتگو فرماتے چھوٹے بچّوں کے ساتھ کھیلتے اور انہیں کھلاتے۔ ایک ننھے صحابی حضرت عمیر سے بھی دل خوش کرنے والی بات کہتے۔ حضرت انسؓ کو "دو کان والا" کہہ کر خوش مزاجی کا اظہار فرماتے۔ ایک شخص نے آپؐ سے اُونٹ مانگا تو آپ نے اس سے فرمایا، میں اونٹنی کا بچّہ دوں گا۔ اس نے کہا، میں اونٹنی کے بچّے کا کیا کروں گا، آپؐ مجھے اُونٹ دے دیں۔ آپ نے فرمایا کہ کیا اُونٹ، اونٹنی کا بچّہ نہیں ہوتا؟ اس جواب پر اس کو بے حد مسرّت ہوئی۔ اسی طرح ایک بڑھیا آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اور اس نے کہا کہ میرے لیے دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنّت میں جگہ دے۔ آپ نے فرمایا، بوڑھی عورت تو جنّت میں نہیں جائے گی۔ وہ عورت بہت پریشان ہوئی۔ اس نے بہت افسردہ ہو کر پوچھا، بوڑھی عورت جنّت میں کیوں نہیں جائے گی؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بوڑھی کو جنّت میں جوان بنا کر داخل کرے گا۔

حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم بچّوں، نوجوانوں اور بوڑھوں سے اکثر ایسی باتیں فرماتے جن سے آپ کی خوش مزاجی کا اظہار ہوتا۔ سنجیدگی اور وقار الگ چیز ہے اور مزاج کی شگفتگی علاحدہ صفت ہے۔ یہ دونوں باتیں ایک انسان میں ہونی چاہئیں۔ چونکہ آپ ساری دُنیا کے انسانوں کے ہادی اور رہبر تھے اس لیے اُن تمام اخلاقی اچھائیوں کا بہترین نمونہ آپؐ کی پاک زندگی میں ملتا ہے، جن کی وجہ سے لوگ پسند کیے جاتے ہیں اور دُنیا میں مقبول ہوتے ہیں۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم اللہ کے حبیب اور ساری دُنیا کے محبوب تھے۔ آپ کی سچّائی کا اثر تھا کہ لوگ آپ سے محبّت بھی کرتے اور ادب و احترام بھی۔ ایسا ادب اور ایسی عزّت کہ دُنیا کے کسی بادشاہ کی بھی نہیں ہوئی۔

آپ کے ساتھی (صحابۂ کرام) دل کی جس گہرائی سے آپ سے محبّت کرتے اور حکم کی تعمیل کرتے دُنیا میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ وہ آپ کے ہر حکم پر اپنی جان نچھاور کرنے کو تیّار رہتے آپؐ کے حکم کی تعمیل کو اللہ کی اطاعت سمجھتے۔ صحابہ کی نظریں ہمیشہ آپ کے مبارک لبوں کی جنبش پر ہوتیں اور وہ ہر بات غور سے سنتے، جب گفتگو فرماتے تو نہایت صفائی سے بولتے۔ اگر کوئی ایک ایک لفظ شمار کرنا چاہتا تو کر سکتا تھا۔ جب مجلس میں جاتے تو ساری مجلس ادب کی وجہ سے خاموش ہو جاتی۔ آپ بولتے تو سارے لوگ کان لگا کر بڑے غور سے سنتے۔

آپؐ کی محفل میں ایک کافر آیا اور جب وہ اپنے ساتھیوں میں لوٹ کر گیا تو ان سے کہا، اے قوم کے لوگو! اللہ کی قسم میں نے ایران اور رُوم کے بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار دیکھے مگر ان میں سے کسی کو اتنا بارعب اور باوقار

نہ دیکھا، جتنے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں، اور میں نے کسی سے اِتنی محبّت کرنے والے لوگ نہیں دیکھے، جس قدر محبت حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لانے والے کرتے ہیں۔ جب وہ مسلمانوں کو کوئی حکم دیتے ہیں تو اُسے پورا کرنے کے لیے مسلمان دوڑتے ہیں۔ جب وہ بات کرتے ہیں تو ان کے صحابہ اپنی گفتگو کا سلسلہ بند کر دیتے ہیں۔ مسلمان ان کے رُعب، وقار اور دبدبے کی وجہ سے آنکھیں ملا کر اُن سے بات نہیں کر سکتے۔ فتح مکّہ کے بعد ایک عورت آپ کے پاس آئی، مگر رُعب کی وجہ سے بات نہیں کر سکی تو آپ نے بڑی عاجزی اور انکسار کے ساتھ فرمایا، "میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں بلکہ تمھاری طرح قریش کی ایک عورت کا بیٹا ہوں، جو سُوکھا گوشت کھایا کرتی تھی"۔ یہی وہ باتیں تھیں جنھوں نے آپ کو سب سے زیادہ محبوب بنا دیا تھا۔

مُستقل مزاجی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی میں دُنیوی آرام اور راحت کا ایک لمحہ بھی نظر نہیں آتا۔ مکّے میں جب تک آپ رہے قُریش آپ کے پیچھے پڑے رہے۔ مدینے میں جب تشریف لائے تو قُریش کے علاوہ یہودی، عیسائی اور مُنافقین آپ کے خلاف سازشوں میں شریک ہو گئے اور اسلام کو مٹانے کی کوشش کرتے رہے۔ آپ کے خلاف دُنیا کو بھڑکانے کی کوشش کرتے رہے، آپ سے ہمیشہ جنگ کرتے رہے۔ کوئی حربہ ایسا نہ تھا جو انھوں نے آپ کے خلاف استعمال نہ کیا ہو۔ کوئی مُصیبت ایسی نہ تھی جو آپ کی زندگی میں پیش نہ آئی ہو، مگر آپؐ کے اِستقلال میں کبھی کوئی فرق نہیں آیا۔ آپ ہمیشہ ثابت قدم رہے اور مستقل مزاجی سے اللہ کا پیغام پُہنچاتے رہے۔ لوگوں کو نیکیوں کی تلقین کرتے رہے۔ ایک بار مکّے والوں نے تمام قبیلوں میں سے ایک ایک آدمی کو جمع کیا تاکہ شمعِ نبوّت ہی گُل کر دی جائے اور ہمیشہ کے لیے اس چراغ کو بُجھا دیا جائے تاکہ اسلام کی اشاعت سے ان کے فائدوں کو جو خطرہ لاحق ہے وہ دُور ہو جائے۔ چُنانچہ ایک رات ان لوگوں نے آپ کے مکان کا گھیراؤ کر لیا، مگر آپ بڑے سکون و اطمینان کے ساتھ اللہ کا نام لیتے ہوئے وہاں سے نکل گئے۔ آپ پر کوئی خوف طاری نہیں ہوا۔ آپ کے قدم پاک ذرا بھی نہیں لڑکھڑائے۔ اسی طرح ہجرت کے سفر میں بھی جب حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کافروں کے پیچھا کرنے سے پریشان ہوئے تو آپؐ نے فرمایا کہ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ ہر ایک کام بڑے سکون و اطمینان کے ساتھ سر انجام دیتے۔ آپؐ کو یقین تھا کہ ایک دن اللہ کا دین غالب ہو کر رہے گا۔

ایک بار آپ زمین پر تنہا آرام فرما رہے تھے کہ اچانک ایک شخص آیا اور ننگی تلوار لیے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اس نے کہا، اب آپ فرمائیے، اِس وقت کون میری تلوار سے آپ کو بچا سکتا ہے؟ آپؐ نے نہایت سکون اور وقار کے ساتھ کسی خوف اور دہشت کے بغیر فرمایا، اللہ۔

اسی مستقل مزاجی اور صبر و استقامت کی تعلیم آپ صحابہ کو بھی دیتے اور وہ خود جب یہ دیکھتے کہ دُنیا کی کوئی مصیبت

اور بڑے سے بڑا حادثہ اور بڑے سے بڑا خطرہ بھی آپ کو راہِ حق سے نہیں ہٹاتا تو ان کی ہمت بھی بلند ہو جاتی۔ اللہ تعالیٰ پر ان کا توکّل بھی بڑھ جاتا۔ ان کی سیرت و کردار میں بھی استقلال پیدا ہو جاتا۔

نرم مزاجی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مُستقل مزاج ہونے کے ساتھ نرم مزاج بھی تھے۔ لوگوں سے نرمی اور شفقت کے ساتھ پیش آتے۔ جو آپ کو تکلیف دیتا اسے بھی راحت پہنچاتے۔ دُشمنوں کی سختی کا جواب نرمی سے دیتے۔ ایک بار طائف میں لوگوں کو اِسلام کی دعوت دینے گئے۔ ان لوگوں نے آپ کو بہت تکلیف پہنچائی اور بے حد ظلم کیا۔ بڑی گستاخیاں کیں۔ پتھر مارے، مگر آپؐ نے ان کے لیے بَددُعا کے بجائے ہدایت کی دُعا کی۔ ایک مسلمان آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ کافروں کے لیے بَددُعا کریں۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم سے پہلے ایسے لوگ گزرے ہیں کہ ان کے دو ٹکڑے کر دیئے گئے، ان کے سَروں پر آرے چلائے گئے، مگر ان لوگوں نے حق کی دعوت لوگوں تک پہنچائی۔ تم پریشان نہ ہو۔ اسلام پھیل کر رہے گا، یہاں تک کہ ایک شخص عَرب کے ایک کونے سے دُوسرے کونے تک جائے گا اور اسے اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ ہو گا یعنی شرک مِٹ کر رہے گا۔ اللہ کی اس سرزمین پر اللہ کی حکومت قائم ہو کر رہے گی۔ سچّائی اور اسلام کا بول بالا ہو کر رہے گا، اور ساری دُنیا کو سکون اور چین کی زندگی نصیب ہو گی۔ معاشرہ پاک ہو جائے گا آج اِنسانوں پر انسانوں کی حکومت کی وجہ سے جو برائیاں پیدا ہو گئی ہیں وہ ختم ہو کر رہیں گی۔

سخاوت و فیّاضی

آپؐ بڑے فیاض اور بے حد سخی تھے۔ آپؐ اُن کو بھی عطا فرماتے جو آپؐ کو محروم رکھنا چاہتے۔ آپؐ ہمیشہ سخاوت اور فیاضی میں سَب سے آگے رہتے۔ آپ فرماتے کہ اگر میرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو جاتا تو میں تین دن میں اسے مستحق لوگوں میں بانٹ کر ختم کر دیتا۔ ایک آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ نے جو لباس پہنا تھا اُس کو بھلا معلوم ہُوا۔ اس نے دستِ سوال پھیلا دیا۔ آپؐ نے وہ لباس اسے عطا فرما دیا اور خود پھٹے کپڑے زیبِ تن فرما لیے۔ آپ جہاں تک ہو سکتا ہر آدمی کا سوال پورا کرنے کی کوشش کرتے اور بعض وقت قرض لے کر بھی مانگنے والے کی ضرورت پُورا کرتے۔ آپؐ خود بھوکے رہ جاتے مگر دوسروں کو کھلا دیتے۔ ایسی کوئی مثال نہیں ملتی کہ آپؐ نے کسی سائل کا سوال رَد کیا ہو اور جو کچھ آپؐ کے پاس موجود تھا وہ مانگنے پر سائلوں کو نہ دے دیا ہو۔

عَدل وانصاف

اللہ کے سارے نبی دُنیا میں عَدل وانصاف قائم کرنے کے لیے آتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم بھی عَدل وانصاف والے نظامِ زندگی کو مکمل کرنے کے لیے تشریف لائے۔ آپؐ نے اِنصاف کی صرف تاکید ہی نہیں کی بلکہ اس کے عملی نمونے بھی پیش کیے۔ آپ کسی معاملے میں جانب داری نہ برتتے، اِس لیے لوگوں کو بھی آپؐ پر پُورا پُورا اعتماد تھا۔ چنانچہ نبوت سے پہلے مکّے کے لوگوں میں اختلاف ہوجاتا تو آپؐ ثالث مُقرّر کیے جاتے۔ لوگ آپ کے فیصلے کی پابندی کرتے اور اسے دل وجان سے قبول کر لیتے۔ مکّے والوں نے جب خانۂ کعبہ کی نئی تعمیر کی تو حجرِ اَسوَد (جو ایک برکت والا پتھر ہے) کو اس کی جگہ پر رکھنے میں اختلاف ہُوا۔ ہر سردار اس کا خواہش مند تھا کہ یہ سعادت اُسے حاصل ہو۔ آخر ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم ثالث مُقرّر ہوئے۔ آپؐ نے ایک چادر میں حجرِ اَسوَد رکھا اور اس کے کونے سرداروں سے پکڑوا کر حجرِ اَسوَد کو اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ آپؐ کے اس مُنصفانہ اور عقل مندانہ فیصلے کی سَب نے تعریف کی۔

نبی ہونے کے بعد کا واقعہ ہے کہ مَدینے میں ایک مال دار عورت سے چوری کا جُرم سَرزَد ہوا۔ آپؐ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ سفارش کے لیے آپؐ کے پاس کئی امیر لوگ آئے مگر آپؐ نے کسی کی سفارش قبول نہ کی۔ آپؐ نے بڑے جَلال کے ساتھ فرمایا، "لوگو! تم سے پہلے قومیں اِس لیے تباہ ہوگئیں کہ جب اُن میں سے کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تو اُسے سَزا نہ دی جاتی۔ خدا گواہ ہے کہ اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو اس کا ہاتھ بھی کاٹا جاتا۔" آپؐ قانون میں اپنے اور بیگانے کا کوئی فرق نہ کرتے۔ آپؐ نے یہ ثابت کر دیا کہ اللہ کا قانون سب کے لیے یکساں ہے اور دُنیا میں امن قائم کرنے کا صحیح طریقہ یہی ہے کہ بلا فرق و امتیاز اس کا مکمل قانون نافذ ہو اور ہر فرد کو اس کا حق ملے۔ کسی کو اس وجہ سے محروم نہ رکھا جائے کہ وہ کمزور طبقے کا ہے۔

عاجزی اور انکسار

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کا مَرتبہ جتنا بڑا تھا اُتنی ہی آپؐ میں عاجزی اور انکسار کی صفت بھی تھی۔ آپؐ ہمیشہ عام لوگوں میں مل جل کر رہتے اور کہیں بھی اپنے آپ کو نمایاں نہ کرتے۔ تمام رسولوں اور نبیوں کے سردار ہونے کے باوجود مسلمانوں سے فرماتے کہ مجھے پیغمبروں پر برتری نہ دو۔ فتحِ مکّہ کے روز آپ اُونٹ پر سوار تھے اور ایک صحابی کو اپنے ساتھ بٹھا لیا تھا اور سرِ مُبارک جھکائے ہوئے مکّے میں داخل ہُوئے، حالانکہ آپ ایک فاتح کی حیثیت سے شہر میں داخل ہو رہے تھے۔

نبیِ صادق

ہمارے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نہایت سچے اِنسان تھے۔ آپؐ بچپن میں بھی ہمیشہ سچ بولتے تھے۔ آپؐ کی یہ
ست بڑی خوبی تھی، جس کا اعتراف آپؐ کے دشمنوں کو بھی تھا۔ آپؐ نے اعلانِ نبوت کے وقت مکّے والوں
وایک پہاڑ پر جمع کیا اور اُن سے فرمایا کہ اگر میں یہ کہوں کہ پہاڑ کے اُس طرف سے ایک لشکر آرہا ہے تو کیا تم میری
س بات کو صحیح سمجھو گے؟ سب نے بیک زبان کہا کہ ہاں بالکل تصدیق کریں گے، کیونکہ آپ تو ہمیشہ سچ بولتے
ہیں۔ ایک بار ابوجہل نے بھی کہا کہ ہم آپ کی سچّائی کے مُنکر نہیں بلکہ آپؐ کے لائے ہوئے دین کا اِنکار کرتے ہیں۔
قریش کے سرداروں میں سے ایک نے مکّے کے سرداروں سے کہا کہ تم یہ بات سوچو جو تمہارے لیے بڑی مشکل ہے۔
محمدؐ جب چھوٹے تھے تو مکّے بھر میں سچّے اور امانت دار مشہور تھے۔ اب جبکہ ان کی داڑھی کے بال سفید ہو گئے ہیں
اور وہ تم سے ایسی باتیں کہتے ہیں جو تمہارے دین اور عقیدے کے خلاف ہیں تو تم انہیں جادوگر، دیوانہ اور شاعر
کہتے ہو۔ تم خود غور کرو، کیا ایسا ممکن ہے۔ کیا تم نے کبھی ان کی زندگی میں سچّائی کے خلاف کوئی بات دیکھی ہے اور
یہی نہیں ہے بلکہ یہ بھی غور کرو کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں کیا اُس میں اُن کا اپنا کوئی ذاتی فائدہ ہے۔ وہ تو ایسی باتیں
بتاتے ہیں جن میں سارے اِنسانوں کی بھلائی ہے۔ اِسی لیے تو لوگ ان کی طرف جھکتے ہیں اور تم یہ کہتے ہو کہ وہ
شاعر اور جادوگر ہیں، حالانکہ ان کی باتوں میں جو کشش ہے وہ سچّائی کی ہے۔

نماز میں آپؐ کا اِنہماک

رسول اللہؐ نے اپنے وقت کے تین حصّے کر دیے تھے، ایک عبادتِ الٰہی کے لیے، دوسرا مخلوق
کی ہدایت کے لیے، تیسرا اپنے نجی اور ذاتی اُمور کے لیے۔
عبادات میں آپ کو نماز بہت پسند تھی، اس لیے آپ نماز کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک فرماتے تھے۔ نماز کی
سخت تاکید آپ دوسروں کو بھی فرماتے، اور خود بھی نہایت پابندی، انہماک اور ذوق وشوق سے ادا فرماتے۔
ایک دن آپؐ حرم میں نماز پڑھ رہے تھے۔ قریش کے بڑے بڑے لوگ آپ کا مذاق اُڑا رہے تھے۔ ابوجہل
نے کہا، کاش اِس وقت کوئی جاتا اور اُونٹ کی اوجھ نجاست سمیت اُٹھا لاتا اور محمدؐ جب سجدے میں جاتے
تو ان کی گردن پر ڈال دیتا۔ عقبہ نے یہ حرکت کی، لیکن اس کے باوجود آپ ہمیشہ نماز ادا فرماتے رہے۔
حرم ہی میں ایک بار آپ نماز ادا فرما رہے تھے کہ بعض شریروں نے آپ کے ساتھ گستاخی کا منصوبہ
بنایا۔ ایک ظالم نے آگے بڑھ کر آپؐ کے گلے میں پھندا ڈال دیا، لیکن آپ کو نماز میں اور اس طرح اللہ تعالیٰ
کو یاد کرنے میں اتنی لذّت ملتی تھی کہ اس ظلم کے باوجود اس فرض کو ادا کرنا نہیں چھوڑتے۔
حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ایک رات میری آنکھ کھلی تو میں نے آپ کو بستر پر نہ پایا سمجھی کہ آپؐ کہیں

اور تشریف لے گئے ہیں، اندھیرے میں ہاتھ سے اِدھر اُدھر ٹٹولا تو دیکھا کہ پیشانیِ مُبارک خاک پر ہے۔ سَر سجدے میں اور آپؐ مصروفِ دُعا ہیں۔

ایک بار چادر اوڑھ کر نماز ادا فرما رہے تھے۔ چادر میں دونوں طرف حاشیے تھے۔ حاشیوں پر نظر پڑ گئی۔ نماز سے فارغ ہو کر فرمایا کہ یہ چادر لے جا کر ابوجہیم کو دے آؤ اور ان سے سادہ چادر مانگ لاؤ، حاشیوں نے نماز کے خشوع و خضوع میں خلل ڈال دیا۔

ایک بار دروازے پر منقش پردہ پڑا ہوا تھا، نماز میں اس پر نگاہ پڑی تو حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ اس کو ہٹا دو۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ کبھی پُوری پُوری رات رسول اللہ کھڑے رہتے اور قرآن کی بڑی بڑی سورتیں پڑھتے۔ جب کوئی خوف و خشیت کی آیت آتی اللہ سے دُعا مانگتے اور پناہ طلب کرتے۔ کوئی رحمت اور بشارت کی آیت آتی تو اس کے حصول کی دُعا فرماتے۔ قرأت اس طرح فرماتے کہ دُور دُور تک آواز جاتی اور لوگ اپنے بستروں پر پڑے پڑے آپؐ کی آواز سُنتے۔ کبھی کوئی ایسی آیت آجاتی کہ آپ اس کے ذوق و شوق میں محو ہو جاتے۔

زین بن خالد جہنی بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے ایک بار ارادہ کیا کہ آج شب میں آپ کو نماز پڑھتے دیکھوں۔ نماز کا وقت آیا تو آپ نماز کے لیے کھڑے ہوئے۔ پہلے دو رکعتیں معمولی ادا کیں، پھر دو رکعتیں بہت ہی لمبی اور بڑی دیر تک پڑھیں پھر دو دو رکعتیں کر کے آٹھ رکعتیں بہ تدریج چھوٹی پڑھیں۔ اور سب سے آخر میں وِتر ادا کیے۔

حضرت ابی بن کعبؓ کہتے ہیں کہ انصار میں سے ایک آدمی کا مکان مسجدِ نبوی سے بہت دُور تھا، لیکن وہ مسجدِ نبوی میں برابر آتے تھے۔ کوئی نماز نہیں چھوٹتی تھی۔ ان سے کسی نے کہا، کوئی خچر کیوں نہیں خرید لیتے کہ گرمی کے موسم اور اندھیری راتوں میں اس پر سوار ہو کر مسجد پہنچو۔ انھوں نے جواب دیا، میں چاہتا ہوں کہ پیدل چل کر پہنچوں اور آنے جانے میں جتنے قدم اُٹھیں وہ میرے نامۂ اعمال میں لکھے جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سُن کر فرمایا، "ان کے ہر قدم کا ثواب اللہ تعالیٰ انھیں دے گا۔"

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اُس اللہ کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، میں نے ارادہ کیا ہے کہ لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں، پھر نماز کے لیے اذان کا حکم دُوں اور کسی آدمی کو نماز پڑھانے کی اجازت دوں پھر ان لوگوں کے گھروں پر جاؤں جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے اور ان کے گھر جلا دُوں۔

علم کی سرپرستی

رسول اللہؐ علم حاصل کرنے پر بہت زور دیتے تھے اور بہت بڑے معلّم کی حیثیت سے آپؐ خود بھی لوگوں کو تعلیم دیتے تھے۔ ایک دن رسول اللہؐ اپنے حُجرۂ مبارک سے نکل کر مسجد کے اندر آئے اور دیکھا کہ

وہاں دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ ذکر اذکار اور تسبیح پڑھنے میں مصروف تھا، دوسرا گروہ علم حاصل کر رہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگرچہ دونوں گروہ اچھے کام کر رہے ہیں لیکن وہ گروہ بہتر ہے جو تعلیم کا کام کر رہا ہے۔ پھر آپ اسی گروہ میں شامل ہو گئے اور فرمایا کہ میں بھی تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

تربیت

عمرو بن مسلمؓ سے روایت ہے کہ میں لڑکپن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تربیت تھا۔ کھانے کے وقت میرا ہاتھ پوری پلیٹ میں گردش کیا کرتا تھا۔ آپؐ نے دیکھا تو فرمایا کہ بسم اللہ پڑھو، دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور قریب سے کھاؤ یعنی پلیٹ کا جو گوشہ تمہارے سامنے ہے اُس سے کھاؤ، پوری پلیٹ میں ہاتھ کو نہ گھماؤ۔

اللہ کی نعمت

ہر شخص کو اپنی حیثیت کے مطابق لباس پہننا چاہیے۔ یہی آپ کی تعلیم ہے اور یہ بات سادگی کے منافی نہیں، جبکہ اس میں اعتدال ہو۔ ابوالاحوص سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرا لباس بہت معمولی تھا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا تمہارے پاس مال ہے؟ میں نے جواب دیا، جی ہاں! آپؐ نے پوچھا، کس قسم کا مال؟ میں نے عرض کیا، اللہ تعالیٰ نے مجھے ہر قسم کے مال سے نوازا ہے۔ اونٹ، گائے، بھیڑ، گھوڑے اور غلام سبھی کچھ میرے پاس موجود ہیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا، جب اللہ تعالیٰ نے تمھیں مال و دولت سے نوازا ہے تو اس کا اور اس کی نعمت کا نشان بھی تو نظر آنا چاہیے۔

سادگی اور بے تکلفی

آپ کی پاک زندگی سادگی اور بے تکلفی کا دلکش نمونہ تھی۔ کھانے پینے، پہننے اوڑھنے اُٹھنے بیٹھنے، کسی چیز میں تکلف نہ تھا۔ کھانے میں جو سامنے آتا کھا لیتے۔ موٹا، جھوٹا جو مل جاتا پہن لیتے۔ زمین پر، چٹائی پر، فرش پر، جہاں جگہ مل جاتی بیٹھ جاتے۔

۹ھ میں جب کہ یمن سے شام تک صرف اسلام کی حکومت تھی تو اس وقت بھی رسول اللہؐ کے گھر میں صرف ایک کھرّی چارپائی اور چمڑے کا سوکھا مشکیزہ تھا۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ تھوڑے سے جو کے سوا گھر میں کھانے کو کچھ نہ تھا۔ ایک دفعہ آپ کی خدمت میں کسی نے کمخواب کی قبا بھیجی۔ آپ نے پہن لی، پھر خیال آیا اور اُتار کر حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دی۔ حضرت عمرؓ روتے ہوئے آئے اور عرض کی کہ آپؐ نے جو چیز ناپسند کی وہ مجھ کو عنایت ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ

وہ قبائیں نے استعمال کے لیے نہیں بھیجی ہے، بلکہ فروخت کے لیے بھیجی ہے۔

حضرت عمرؓ نے ایک بار رسول اللہ کے گھر میں ایک کھُرّی چارپائی بھی دیکھی اور یہ دیکھا کہ سرہانے ایک تکیہ پڑا ہے، جس میں خرمے کی چھال بھری ہوئی ہے۔ ایک طرف مٹھی بھر جو رکھے ہیں۔ ایک کونے میں پائے مُبارک کے پاس کسی جانور کی کھال پڑی ہے، تو یہ سادگی دیکھ کر رو پڑے۔ رسولؐ اللہ نے رونے کا سبب دریافت کیا تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں کیوں نہ روؤں جب کہ جسم اقدس پر بان کے نشانات آ گئے ہیں۔ قیصر و کسریٰ تو باغ و بہار کے مزے لوٹیں اور آپ اللہ کے برگزیدہ پیغمبر ہو کر اس سادگی سے زندگی گزاریں۔ آپؐ نے فرمایا، "اے ابنِ خطاب! کیا تم کو یہ پسند نہیں ہے کہ وہ دُنیا لیں اور ہم آخرت۔"

نادار اور بے اثر لوگوں کا خیال

جو لوگ علم میں کمی یا غربت یا پیشے کی پستی کی وجہ سے نظر انداز کر دیئے جاتے ہیں۔ ہمارے پیارے نبی صلیّ اللہ علیہ وسلّم ایسے لوگوں کا بھی بہت خیال رکھتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک سیاہ فام عورت یا ایک نوجوان مسجد میں جھاڑو دیا کرتا تھا۔ ایک دن رسول اللہ صلیّ اللہ علیہ وسلّم نے اسے نہ پایا تو اس کے بارے میں دریافت فرمایا۔ لوگوں نے کہا کہ وہ تو فوت ہو گیا۔ آپ نے فرمایا، مجھے کیوں نہ اطلاع دی؟ راوی کا بیان ہے کہ لوگوں نے اس کے اِنتقال کو ایک معمولی واقعہ سمجھتے ہوئے آپ کو اِطلاع نہیں دی تھی۔ آپؐ نے فرمایا، "مجھے اس کی قبر بتاؤ"۔ لوگوں نے قبر بتلائی۔ آپؐ نے اس کی قبر پر پہنچ کر جنازے کی نماز ادا کی۔

فریب اور دھوکا

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلیّ اللہ علیہ وسلّم غلّے کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے۔ آپؐ نے اپنا ہاتھ اس ڈھیر کے اندر ڈال دیا۔ آپؐ کی اُنگلیوں نے تری اور گیلاپن محسوس کیا۔ آپؐ نے فرمایا، اے غلّے والے، یہ کیا معاملہ ہے؟ اس نے جواب دیا، اس ڈھیر پر بارش کے چھینٹے پڑ گئے تھے۔ آپ نے فرمایا، تم نے بھیگے ہوئے غلّے کو اوپر کیوں نہ رکھا، تاکہ لوگ اسے دیکھ لیتے۔ جو دھوکا دے اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

پڑوسی کی گواہی

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلیّ اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں عرض کیا، یا رسول اللہ! مجھے یہ کیسے معلوم ہو کہ میں اچھے کام کر رہا ہوں یا بُرے کام کر رہا ہوں؟ آپؐ نے فرمایا کہ جب تم اپنے ہمسایوں کو یہ کہتے سُنو کہ تم اچھے کام کر رہے ہو، تو واقعی تم اچھے کام کر رہے ہو۔

مطلب یہ ہے کہ قریب رہنے والوں کی نگاہ میں ہر حرکت اور ہر عمل ہوتا ہے، اس لیے ان کی گواہی سب سے معتبر ہے۔

سچّائی

صداقت آپ کے اخلاق کی بڑی خصوصیت تھی۔ اسلام لانے سے پہلے حضرت ابوسفیانؓ، رسول اللہ اور مسلمانوں کے جانی دشمن تھے۔ مگر قیصر کے دربار میں جب اُن سے پوچھا گیا کہ کیا نبوت کا دعوا کرنے سے پہلے کبھی تم نے رسولُ اللہ کو جھوٹ بولتے سُنا تو حضرت ابوسفیان نے کہا، نہیں! یہ سُن کر ہرقل نے کہا، جو شخص اپنے جیسے انسانوں سے جھوٹ نہیں بولتا، وہ اللہ پر جھوٹ کیسے باندھ سکتا ہے۔

معاملے میں کھرے

آپ معاملات میں بہت کھرے اور سچے تھے۔ ایک بار مدینۂ منوّرہ کے باہر ایک مختصر سا قافلہ آکر رُکا۔ ایک سُرخ رنگ کا اُونٹ اس کے ساتھ تھا۔ اتفاقاً ادھر سے آپؐ کا گزر ہُوا۔ آپؐ نے اونٹ کی قیمت پوچھی۔ لوگوں نے قیمت بتائی۔ رسولُ اللہ نے مول تول کیے بغیر وہ قیمت منظور کرلی اور اونٹ کی مہار پکڑ کر شہر کی طرف روانہ ہوگئے۔ بعد کو لوگوں کو خیال ہُوا کہ ہم نے جانور کیوں ایک انجان آدمی کے حوالے کر دیا۔ قافلے کے ساتھ ایک خاتون بھی تھی۔ اس نے کہا، مطمئن رہو، ہم نے کسی شخص کا چہرہ ایسا روشن نہیں دیکھا ہے۔ (یعنی ایسے شخص سے دھوکے کا اندیشہ نہیں ہے) رات ہُوئی تو آپؐ نے قیمت بھر کھجوریں بھی بھجوادیں اور کھانا بھی بھجوایا۔

گھر میں داخلے کی اجازت

آپؐ کسی کے گھر بغیر اجازت داخل نہیں ہوتے تھے۔ ایک بار آپؐ حضرت سعد بن عبادہ کے گھر تشریف لے گئے اور اجازت کے لیے پہلے سلام کیا۔ مگر حضرت سعدؓ نے ہر مرتبہ اس قدر آہستہ جواب دیا کہ آپؐ سُن نہ سکے اور واپس تشریف لے گئے۔ جب حضرت سعدؓ نے آپؐ کو واپس جاتے ہوئے دیکھا تو دوڑ پڑے اور عرض کیا کہ میں آپؐ کا سلام سُن رہا تھا، لیکن آہستہ آہستہ جواب دیتا تھا تاکہ آپؐ بار بار سلام کریں، یعنی ہم پر کئی بار سلامتی بھیجیں۔

بُرائی کے بدلے بھلائی

آپ کے اخلاق میں بہت نرمی تھی۔ ایک بار ایک دیہاتی نے آپ کی چادر کا کنارہ پکڑ کر اس زور سے جھٹکا دیا کہ چادر کے کنارے کی رگڑ سے آپؐ کے کندھے اور گردن پر نشان پڑ گیا۔ آپ اس کی طرف متوجہ ہُوئے

تو اس نے کہا کہ اللہ کے اس مال میں سے جو تیرے پاس ہے میرے اونٹوں پر کچھ لاد دے، کیوں کہ وہ تیرا یا تیرے باپ کا مال نہیں۔ اس کی یہ تلخ بات سُن کر پہلے تو آپ خاموش رہے، پھر آپؐ نے فرمایا بے شک مال تو اللہ کا ہے اور میں اس کا بندہ ہوں، مگر یہ بتا کہ کیا تیرے ساتھ بھی وہی سلوک نہ کیا جائے جو تو نے میرے ساتھ کیا ہے؟ اس نے کہا، نہیں۔ آپؐ نے پوچھا، کیوں؟ اس نے کہا، اس لیے کہ تو بُرائی کے بدلے بُرائی نہیں کرتا۔ یہ سُن کر آپؐ مُسکرائے اور حکم دیا کہ اس کے ایک اُونٹ پر جَو اور ایک اونٹ پر کھجور لاد کر دے دیا جائے۔

برداشت اور تحمّل

آپؐ کے مزاج میں تحمّل اور برداشت کی قوت بہت تھی۔ ایک یہودی سے آپؐ نے قرض لیا تھا۔ میعادِ قرض میں ابھی تین دن باقی تھے کہ اس نے آکر سخت تقاضا کیا اور بہت بُرے الفاظ کہے۔ اس کی اس حرکت پر آپؐ تو مُسکراتے رہے، لیکن حضرت عمرؓ کو غصّہ آگیا اور انھوں نے اس کو ڈانٹا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا، اے عمرؓ! مناسب یہ تھا کہ تم اُسے نہ ڈانٹتے اور مجھ سے اَدائے قرض کے لیے کہتے اور اس کو نرمی سے تقاضا کرنے کی نصیحت کرتے۔ جاؤ، اس کا قرض ادا کر دو اور جھڑکنے کے معاوضے میں بیس صاع (ایک پیمانہ) جو اور دے دو۔ رسول اللہؐ کی اس بُردباری اور نرمی کا اثر یہ ہُوا کہ وہ یہودی مسلمان ہو گیا۔

احسان فراموشی

آپؐ احسان کرنے والوں کی قدر فرماتے، اور احسان فراموشی کے گناہ سے بچنے کی تاکید کرتے تھے۔ اسماء بنتِ یزید انصاری سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے۔ میں اس وقت اپنے پڑوس کی سہیلیوں کے ساتھ تھی، آپؐ نے ہمیں سلام کیا اور فرمایا، محسنوں کی ناشکری اور ناقدری سے بچو۔ تم میں سے ہر ایک اپنے والدین کے ہاں عرصے تک بن بیاہی بیٹھی رہتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ اسے شوہر کی نعمت عطا کرتا ہے، پھر اس کے ہاں اولاد کی چہل پہل ہوتی ہے (ان تمام احسانات کے باوجود) اگر کسی بات پر شوہر سے شکر رنجی ہو جاتی ہے تو (اس طویل رفاقت کو نظرانداز کر کے طوطا چشمی سے) کہہ اُٹھتی ہے کہ میں نے تو کبھی تجھ سے اچھّا سلوک دیکھا ہی نہیں!

بدزبانی سے نفرت

آپؐ نے کبھی کسی سے فحش کلامی نہیں کی۔ آپؐ اسے حد درجہ معیوب قرار دیتے تھے، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ایک شخص نے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی، آپؐ نے فرمایا کہ اسے اندر آنے دو، یہ اپنے قبیلے کا کیا ہی بُرا شخص ہے۔ جب وہ آپ کے رُوبرُو آکر بیٹھا تو آپؐ بہت خندہ پیشانی

سے پیش آئے۔ جب وہ آدمی چلا گیا تو حضرت عائشہؓ نے کہا یا رسول اللہ پہلے تو آپؐ نے اس شخص کے بارے میں ایسا اور ایسا فرمایا، لیکن ملاقات کے وقت آپؐ اس سے خندہ پیشانی سے پیش آئے۔ آپؐ نے فرمایا، تم نے مجھے فحش گو کب پایا ہے؟ قیامت کے دن بدترین انسان وہ ہو گا جس سے لوگ اس کی شرارت یا بدزبانی کی بنا پر کتراتے ہوں۔

بیماروں کی عیادت

تمام انسانوں سے آپؐ کی محبّت ہی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ جب کوئی بیمار ہوتا یا کسی دُکھ درد میں مُبتلا ہوتا تو آپ اس کی عیادت کو ضرور تشریف لے جاتے اور اس سلسلے میں کافر و مومن کی کوئی قید نہ تھی۔ ایک یہودی غلام بیمار پڑا تو آپ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے۔

عبداللہ بن ثابت جب بیمار ہوئے اور آپؐ عیادت کو تشریف لائے تو ان پر غشی طاری تھی۔ آپؐ نے آواز دی، لیکن ان کو ہوش نہیں آیا، فرمایا، افسوس "تم پر ہمارا زور اب نہیں چلتا"۔ یہ سُن کر عورتیں بے اختیار رونے لگیں۔ لوگوں نے روکا۔ آپؐ نے فرمایا، اس وقت رونے دو، مرنے کے بعد البتہ رونا نہیں چاہیے۔

ایک صاحب بیمار ہوئے۔ آپؐ کئی بار ان کی عیادت کو گئے۔ ان صاحب کا جب انتقال ہوا تو لوگوں نے رسول اللہ کو اس لیے خبر نہیں دی کہ اندھیری رات ہے، آپؐ کو تکلیف ہو گی اور دفن کر دیا۔ صبح جب آپؐ کو معلوم ہُوا تو آپؐ نے شکایت کی اور قبر پر جا کر نمازِ جنازہ پڑھی۔

ایک بار حضرت سعد بن عبادہؓ بیمار ہُوئے تو آپ عیادت کو تشریف لے گئے۔ ان کو دیکھ کر آپؐ پر رِقّت طاری ہوئی اور آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ لوگوں نے جب آپؐ کو روتے ہُوئے دیکھا تو سب کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔

بچّوں سے مُحبّت اور شفقت

یُوں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے شفیق بنایا تھا، لیکن بچّوں پر آپؐ خصوصی شفقت کا اظہار فرماتے اور طرح طرح سے ان کی دِل جوئی کرتے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپؐ کے قلبِ پاک میں بچّوں کے لیے شفقت و محبت کا ایک سمندر ہے جو موجیں مار رہا ہے۔

آپؐ کا معمول تھا کہ سفر سے تشریف لاتے تو راستے میں جو بچّے ملتے اُن میں سے کسی کو اپنے ساتھ سواری پر آگے پیچھے بٹھاتے۔ آپؐ بچّوں کو خود سلام کرتے۔

ایک صحابی کا بیان ہے کہ میں بچپن میں انصار کے کھجوروں کے باغ میں چلا جاتا اور ڈھیلوں سے مار کر کھجوریں گراتا۔ لوگ مجھ کو آپ کی خدمت میں لے گئے۔ آپؐ نے پوچھا کہ ڈھیلے کیوں مارتے ہو۔ مَیں نے کہا کہ کھجوریں

کھانے کے لیے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ کھجوریں جو زمین پر ٹپک جاتی ہیں۔ اُن کو اُٹھا کر کھا لیا کرو، ڈھیلے نہ مارو۔ یہ کہہ کر میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور دُعا دی۔

رسولؐ اللہ کی محبت و شفقت صرف مسلمانوں ہی تک محدود نہ تھی، بلکہ آپ مُشرکوں کے بچوں کو بھی پیار کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی جنگ میں چند بچے زد میں آکر مارے گئے، آپؐ کو خبر ہوئی تو آپؐ بہت رنجیدہ ہوئے۔ ایک صحابی نے کہا کہ یارسول اللہ، وہ مُشرکوں کے بچے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ مشرکین کے بچے بھی تم سے بہتر ہیں۔ خبردار بچوں کو قتل نہ کرو۔ خبردار بچوں کو قتل نہ کرو۔ ہر جان خدا ہی کی فطرت پر پیدا ہوتی ہے۔

معمول تھا کہ جب فصل کا کوئی نیا میوہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا تو حاضرین میں جو سب سے زیادہ کم عُمر بچہ ہوتا اس کو عنایت فرماتے۔ بچوں کو چُومتے اور ان کو پیار کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ اسی طرح بچوں کو پیار کر رہے تھے کہ ایک دیہاتی آیا۔ اس نے کہا تم لوگ بچوں کو پیار کرتے ہو؟ میرے تو دس بچے ہیں، مَیں نے اَب تک کسی کو پیار نہیں کیا۔ آپؐ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ اگر تم لوگوں کے دل سے محبت کو چھین لے تو میں کیا کروں؟

جابر بن سمرہؓ صحابی تھے۔ وہ اَپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ اپنے گھر کی طرف چلے۔ مَیں بھی ساتھ ہو لیا کہ اُدھر سے چند لڑکے اور نکل آئے۔ آپؐ نے سب کو پیار کیا اور مجھے بھی پیار کیا۔

ہجرت کے موقع پر جب مدینے میں آپ داخل ہو رہے تھے۔ انصار کی چھوٹی چھوٹی لڑکیاں خوش ہو کر دروازوں سے نکل کر گیت گا رہی تھیں۔ جب آپ کا اُدھر سے گزر ہوا، فرمایا، اے لڑکیو! کیا تم مجھے پیار کرتی ہو؟ سب نے کہا، ہاں یارسولؐ اللہ! آپؐ نے فرمایا، میں بھی تمھیں پیار کرتا ہوں۔

حضرت زید کے بیٹے، اُسامہ سے آپ اس قدر محبت کرتے تھے کہ فرماتے تھے کہ اگر اُسامہ بیٹی ہوتی تو مَیں اسے زیور پہناتا۔ آپؐ ان کے حال پر اس قدر شفقت فرماتے تھے کہ اپنے دستِ مُبارک سے ان کی ناک صاف کرتے تھے۔

حیوانوں پر شفقت

رسول اللہ کی شفقت صرف انسانوں کے حال پر نہ تھی، بلکہ آپؐ جانوروں پر بھی شفقت فرماتے تھے۔ ایک بار آپ کسی سفر میں جا رہے تھے۔ لوگ ایک جگہ رُکے۔ وہاں ایک چڑیا کا انڈا پڑا تھا۔ ایک شخص نے وہ انڈا اُٹھا لیا۔ چڑیا بے قرار ہو کر پَر مار رہی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ اس کا انڈا چھین کر کس نے اس کو تکلیف پہنچائی؟ ایک صاحب نے کہا، یارسول اللہ، یہ حرکت مجھ سے

ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا، وہیں رکھ دو۔

ایک بار ایک انصاری کے باغ میں آپؐ تشریف لے گئے۔ ایک مجبُو کے اونٹ پر نظر پڑی۔ وہ آپؐ کو دیکھ کر بلبلایا۔ آپؐ نے شفقت سے اس پر ہاتھ پھیرا، پھر لوگوں سے اس کے مالک کا نام پوچھا۔ معلوم ہوا کہ ایک انصاری کا ہے۔ اُن سے آپؐ نے فرمایا، اِس جانور کے معاملے میں تم اللہ سے نہیں ڈرتے ؟

ایک صحابی رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے ہاتھ میں چادر سے چھُپے ہوئے کسی پرندے کے بچے تھے۔ آپؐ نے دریافت فرمایا تو انھوں نے عرض کی کہ ایک جھاڑی سے آواز آ رہی تھی، جا کر دیکھا تو یہ بچے تھے، مَیں نے ان کو نکال لیا، ان بچوں کی ماں نے یہ دیکھا تو وہ میرے سر پر منڈلانے لگی۔ آپؐ نے فرمایا، جاؤ اور ان بچوں کو پھر وہیں رکھ آؤ۔

وَعدے کی پابندی

آپؐ کسی سے کوئی وَعدہ فرماتے تو اُسے ضرور پُورا کرتے۔ یہ آپ کی ایسی خصوصیت تھی کہ دشمن بھی اس کا اعتراف کرتے تھے۔

نبوّت سے پہلے کا واقعہ ہے کہ عبداللہ بن ابی الحمساء نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے کچھ معاملہ کیا اور آپؐ کو بٹھا کر چلے گئے کہ آپ یہیں تشریف رکھیں، میں آکر حساب کر دیتا ہوں۔ اتّفاق سے اُن کو پھر خیال نہ رہا۔ تین دن کے بعد آئے تو یہ دیکھ کر ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ رسول اللہ وہیں تشریف رکھتے تھے۔ ابوالحمساء کو دیکھ کر آپ نے فرمایا، مَیں تین دِن سے یہاں تمھارے اِنتظار میں بیٹھا ہوں۔

بے مُروّتی کا بَدلہ

ابوالاحوص جشمی اپنے والد کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ مَیں نے رسولؐ اللہ کی خدمت میں عَرض کیا، "اگر میں کسی شخص کے پاس سے گزروں اور وہ میزبانی کا حق ادا نہ کرے اور کچھ عرصے کے بعد اس کا گزر میرے پاس سے ہو تو کیا میں اس کی مہمانی کا حق ادا کروں یا اس کی بے مُروّتی کا بدلہ لے لوں ؟ آپ نے فرمایا، نہیں، بلکہ اس کی مہمانی کا حق ادا کرو!

مہمان نوازی

مختلف جگہوں سے لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت میں آتے۔ آپ ان کی خاطر تواضع فرماتے۔ ایک بار ایک کافر آپ کا مہمان ہوا۔ آپؐ نے اُسے بکری کا دودھ پلایا۔ وہ سارے کا سارا پی گیا۔ آپؐ نے دُوسری بکری منگائی۔ وہ بھی کافی نہ ہُوئی۔ غرض سات بکریوں تک نوبت آئی۔ جب تک وہ سیر نہ ہُوا آپؐ

بلاتے گئے۔ کبھی ایسا ہوتا کہ مہمان آجاتے اور گھر میں جو کچھ موجود ہوتا وہ ان کی نذر ہو جاتا اور تمام گھر والے فاقہ کرتے۔

سخاوت

آپ تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے۔ کسی کے جائز سوال کو رَد نہ فرماتے تھے۔ ایک بار ایک شخص حاضر خدمت ہُوا۔ دیکھا دُور تک آپ کی بکریوں کا ریوڑ پھیلا ہُوا ہے۔ اس نے آپ سے دَرخواست کی۔ آپ نے سَب بکریاں اُسے دے دیں۔ اس نے اپنے قبیلے میں جاکر کہا، لوگو! اسلام قبول کرلو، رسولؐ اللہ اتنا دیتے ہیں کہ مُفلس ہونے کی پَروا نہیں کرتے۔

ایک بار بحرین سے خراج کی رقم آئی جو اس قدر زیادہ تھی کہ اس سے پہلے کبھی اتنی رقم نہیں آئی تھی۔ آپ کے حکم سے رقم مسجد کے صحن میں ڈال دی گئی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے اس کی تقسیم شروع کی، جو سامنے آیا اُس کو دیتے چلے گئے، حتیٰ کہ پوری رقم بانٹ دی اور کپڑے جھاڑ کر اُٹھ کھڑے ہُوئے۔

بھیک اور سوال

ایک بار ایک انصاری نے کچھ سوال کیا۔ آپ نے پوچھا، کیا تمھارے پاس کچھ نہیں ہے؟ اس نے کہا، ایک بچھونا اور ایک پیالہ ہے۔ آپ نے دونوں چیزیں منگوائیں اور فرمایا یہ چیزیں کون خریدتا ہے؟ ایک شخص نے ایک درہم لگایا۔ آپ نے پوچھا، کیا اس سے بڑھ کر کوئی دام لگاتا ہے؟ ایک صاحب نے ایک کے دو کر دیئے۔ آپ نے دونوں چیزیں اُن کو دے دیں اور درہم انصاری کو دے کر فرمایا کہ ایک درہم کا کھانا خرید کر گھر میں دے آؤ اور دُوسرے سے رَسّی خریدو اور جنگل سے لکڑیاں لاکر شہر میں بیچو۔ پندرہ دِن کے بعد جب وہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہُوئے تو ان کے پاس دس درہم جمع ہو گئے تھے۔ اس سے کچھ کپڑا خریدا، کچھ غلّہ مول لیا۔ آپ نے فرمایا، بتاؤ یہ اَچھا ہے یا قیامت کے دن بھیک کا جو دَھبّا دامن پر لے کر جاتے وہ اَچھّا ہوتا۔

ایک بار آپ سانڈنی سے اُتر کر نماز کے لیے چلے، پھر فوراً واپس ہُوئے۔ صحابہ نے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ مَیں سانڈنی کا پاؤں باندھنے جارہا ہوں، کہیں وہ چل نہ دے۔ صحابہ نے عرض کیا، یارسولؐ اللہ اس خدمت کو ہم انجام دے لیں گے۔ آپ تکلیف نہ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا، کسی اِنسان سے مدد چاہنا مُناسب نہیں، چاہے مسواک کے ٹکڑے ہی کی کیوں نہ ہو۔

مطلب یہ ہے کہ ہاتھ پھیلانے سے بہتر یہ ہے کہ اپنے سارے کام خود کرلیے جائیں۔ کسی کی مَدد کا محتاج ہونا اَچھّا نہیں ہے۔ اسی لیے آپ گھر کا کام کاج خود کرتے۔ کپڑوں میں پیوند لگاتے۔ گھر میں جھاڑو دیتے۔ دُودھ دوہ لیتے۔ بازار سے سودا لے آتے۔ جوتی پھٹ جاتی تو خود گانٹھ لیتے۔

پیارے نبیؐ کے ارشادات

قرآنی تعلیمات اور رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ہدایات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اسلام نے دین و دُنیا کے درمیان تفریق نہیں کی ہے۔ تمام احکام میں دینی اور دُنیاوی دونوں فائدے ہیں اور جس طرح اسلام میں دین و دُنیا کی تفریق نہیں، اِسی طرح اَخلاق و عبادات میں بھی کوئی تفریق نہیں۔ ہمارے پیارے نبیؐ نے زندگی گزارنے کا جو طریقہ ہمیں عطا کیا ہے اُس میں ایمان، اخلاق اور عمل میں بہت اچھا میل ہے۔ اس کے ثبوت میں ہم حضورؐ کی چالیس حدیثیں دَرج کرتے ہیں، جن پر عمل کرنے سے ہر مسلمان کا ایمان دَرجۂ کمال تک پہنچ سکتا ہے۔ ان حدیثوں کو یاد کرلیجیے اور زیادہ سے زیادہ دوستوں کو سُنائیے۔ اس کا بہت بڑا ثواب ہے:-

(۱) جو جسم حرام مال سے پَلا ہو وہ جنّت میں نہ جاسکے گا۔

(۲) حلال کمائی کی تلاش بھی دِین کے مُقررہ فرائض کے بعد ایک فریضہ ہی ہے۔

(۳) سچائی اور ایمان داری کے ساتھ کاروبار کرنے والا تاجر (قیامت میں) نبیوں اور صدّیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔

(۴) اللہ کی رحمت ہو اُس بندے پر جو خرید و فروخت میں اور دُوسروں سے اپنا حق وصول کرنے میں نرم ہو۔

(۵) یاد رکھو، جس میں امانت کا وصف نہیں، اُس میں ایمان بھی نہیں۔ اور جس کو اپنے عہد اور وعدے کا پاس نہیں اُس کا دین میں کچھ حصّہ نہیں۔

(۶) مُنافق کی تین نشانیاں ہیں: جُھوٹ بولنا، امانت میں خیانت کرنا اور وعدہ پُورا نہ کرنا۔

(۷) جو دھوکے بازی کرے وہ ہم میں سے نہیں، اور مکر و فریب دوزخ میں لے جانے والی چیزیں ہیں۔

(۸) جو کوئی ایسی چیز کسی کے ہاتھ بیچے جس میں کوئی عیب اور خرابی ہو اور گاہک پر وہ اُس کو ظاہر نہ کرے تو ایسا آدمی ہمیشہ اللہ کے غضب میں گرفتار رہے گا۔

(۹) ایسا آدمی کبھی دوزخ میں نہیں جاسکتا جو اللہ کے خوف سے روتا ہو۔

(۱۰) ہر مسلمان دُوسرے مُسلمان کا بھائی ہے۔

(۱۱) جو شخص اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کو کوئی ایذا اور تکلیف نہ دے۔

(۱۲) وہ مُسلمان نہیں جو خود پیٹ بھر کر کھائے اور پہلو میں رہنے والا اُس کا پڑوسی بُھوکا رہے۔

(۱۳) جو عورت اِس حال میں مرے کہ اُس کا شوہر اُس سے راضی ہو تو وہ جنّت میں جائے گی۔

(۱۴) تم میں اچھے وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے حق میں اچھے ہیں۔

(۱۵) میں تم کو عورتوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کی خاص طور سے وصیت کرتا ہوں۔ تم میری اِس وصیت کو یاد رکھنا۔ دیکھو وہ تمھاری ماتحت ہیں اور تمھارے بس میں ہیں۔

(۱۶) مُسلمانوں میں کامل ایمان والے وہ ہیں کہ جن کے اخلاق اچھے ہوں اور اپنی گھر والیوں کے ساتھ جن کا برتاؤ لُطف و محبت کا ہو۔

(۱۷) کسی یتیم کی کفالت کرنے والا شخص جنّت میں مجھ سے اِتنا قریب ہو گا جس طرح یہ دونوں اُنگلیاں ملی ہوئی ہیں۔

(۱۸) جو بھُوکے ہوں اُن کے کھانے کا اِنتظام کرو، بیماروں کی خبر لو، قیدیوں کو چھڑاؤ۔

(۱۹) مُصیبت زدوں کی مدد کرو اور بھٹکے ہوؤں کو راستہ بتاؤ۔

(۲۰) جو شخص کسی مُسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

(۲۱) جسم و لباس کی پاکیزگی آدھا ایمان ہے۔

(۲۲) مومن وہ ہے جس سے لوگوں کو اپنی جان و مال کا کوئی خطرہ نہ ہو۔

(۲۳) اُس شخص میں ایمان نہیں، جس میں امانت داری نہ ہو۔

(۲۴) جب نیکی کر کے تجھے خوشی ہو اور بُرائی کر کے تجھے پچھتاوا ہو تو تُو مومن ہے۔

(۲۵) ایمان صبر اور فراخ دلی کا نام ہے۔

(۲۶) بہترین ایمانی حالت یہ ہے کہ تیری دوستی اور دشمنی اللہ کے لیے ہو۔ تیری زبان پر اللہ کا نام جاری ہو اور تُو دُوسروں کے لیے وہی کُچھ پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے اور اُن کے لیے وُہی کُچھ ناپسند کرے جو اپنے لیے ناپسند کرتا ہے۔

(۲۷) جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو اُسے اپنے مہمان کی عزت کرنی چاہیے۔ اپنے ہمسائے کو تکلیف نہ دینی چاہیے، اور اُس کی زبان کھُلے تو بھلائی پر کھُلے ورنہ چُپ رہے۔

(۲۸) مومن کبھی طعنے دینے والا، لعنت کرنے والا، بدگو اور زبان دراز نہیں ہوتا۔

(۲۹) قسم ہے اللہ تعالیٰ کی، قسم ہے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے اللہ تعالیٰ کی وہ مومن نہیں ہو سکتا جس کی بدی سے اُس کا پڑوسی امن میں نہ ہو۔

(۳۰) جو شخص اپنا غصّہ نکال لینے کی طاقت رکھتا ہو اور پھر ضبط کر جائے، اُس کے دل کو اللہ تعالیٰ ایمان و اطمینان سے لبریز کر دیتا ہے۔

(۳۱) جو شخص کسی ظالم کو ظالم جانتے ہوئے اُس کا ساتھ دے وہ اسلام سے نکل گیا۔

(۳۲) جس نے لوگوں کو دکھانے کے لیے نماز پڑھی، اُس نے شِرک کیا، جس نے لوگوں کو دکھانے کے لیے روزہ رکھا اُس نے شِرک کیا اور جس نے لوگوں کو دکھانے کے لیے خیرات کی، اُس نے شِرک کیا۔

(۳۳) چار صفات ایسی ہیں کہ جس میں پائی جائیں وہ خالص مُنافق ہے: امین بنایا جائے تو خیانت کرے، بولے تو جھوٹ بولے، عہد کرے تو اسے توڑ دے اور لڑے تو شرافت کی حد سے گزر جائے۔

(۳۴) جانتے ہو کہ قیامت کے دن اللہ کے سائے میں سب سے پہلے جگہ پانے والے کون لوگ ہوں گے؟ وہ جن کا حال یہ رہا کہ جب بھی حق ان کے سامنے پیش کیا گیا تو انھوں نے مان لیا اور جب بھی حق اُن سے مانگا گیا تو انھوں نے کھُلے دل سے دیا، اور دُوسروں کے مُعاملے میں وہ فیصلہ کیا جو وہ خُود اپنے مُعاملے میں چاہتے تھے۔

(۳۵) تم چھے باتوں کی ضمانت دو، مَیں جنّت کی تمھیں ضمانت دیتا ہوں: بولو تو سچ بولو۔ وعدہ کرو تو وفا کرو، امانت میں پُورے اُترو، بدکاری سے پرہیز کرو، بدنظری سے بچو اور ظلم سے ہاتھ روکو۔

(۳۶) دھوکے باز، بخیل اور احسان جتانے والا آدمی جنّت میں نہیں جاسکتا۔

(۳۷) وہ شخص جنّت میں داخل نہ ہوگا جو اپنے ماتحتوں پر بُری طرح افسری کرے۔

(۳۸) جو تاجر قیمتیں چڑھانے کے لیے اپنے مال روک لے اُس پر لعنت ہو۔

(۳۹) اصل مُفلس وہ ہے جو قیامت کے روز اللہ کے حضور اس حال میں حاضر ہو کہ وہ کسی کو گالی دے کر آیا تھا، کسی پر بہتان لگا کر آیا تھا، کسی کا مال مار کر کھا آیا تھا، کسی کا خون بہا آیا تھا اور کسی کو پیٹ کر آیا تھا۔ پھر اللہ نے اُس کی ایک ایک نیکی ان مظلوموں میں بانٹ دی اور جب اس سے بھی حساب چُکتا نہ ہُوا تو ان کے گناہ لے کر اُس پر ڈال دیے اور اُسے دوزخ میں جھونک دیا۔

(۴۰) اصلی مُجاہد وہ ہے جو اللہ کی اطاعت میں خود اپنے نفس سے لڑے اور اصلی مُہاجر وہ ہے کہ جو اُن کاموں کو چھوڑ دے جنھیں اللہ نے منع فرمایا ہے۔

پیارے نونہالو!

حضورؐ کے ارشادات سے یہ اندازہ کرنا کچھ مشکل نہ ہوگا کہ آپؐ نے ایمان و اخلاق سے زندگی کے تمام شعبوں کا کس طرح رشتہ جوڑا ہے۔ آپؐ کی پاک زندگی کی جو جھلک پیش کی گئی ہے اُس سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ نے ان باتوں کو صرف قول تک محدود نہیں رکھا بلکہ ان کے اعلیٰ عملی نمونے اپنی زندگی میں پیش کیے۔ اِس لیے یہ بجا طور پر کہا جاتا ہے کہ آپ تمام اِنسانوں کے سب سے بڑے رہ نما اور سَرورِ عالم ہیں۔ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلّم۔

ISBN 969-412-080-2

مطبوعہ:۔ ماس پرنٹرز، کراچی

میرے عزیز نونہالو!
ہمارے سردار اور اللہ کے پیارے نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم
کی زندگی سراسر ہدایت ہے، نمونہ ہے، روشنی ہے۔ میں نے اس مختصر
کتاب میں پیارے نبیؐ کے حالات اور واقعات کو تمھارے لیے سادہ
آسان اور دل چسپ انداز میں پیش کیا ہے۔ چالیس حدیثیں بھی
شامل کر دی ہیں۔ میں نے یہ کتاب بڑی محبت سے ترتیب
دی ہے۔ اس کو پڑھو، اس کو مشعلِ راہ بناؤ۔ مجھے اپنی دعاؤں
میں یاد رکھو۔ اللہ تعالیٰ تمھیں علم اور اخلاق کی بلندیوں پر پہنچائے۔
تمھارا دوست اور ہمدرد
حکیم محمد سعید
ہمدرد
HAMDARD . PAKISTAN
ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، پاکستان کراچی